السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

بیعت کا جوعام طریقہ صوفیوں میں جاری ہے کیا اس طریقہ سے رسول اللہ ﷺ بیعت کرتے تھے ؟ اور جو صرف کتاب وسنت پر عامل ہو اس کی اصلاح باطن ہوجاتی ہے یا صوفیوں کا محتاج ہونا پڑتا ہے اوا خیر نزع کے وقت امداد کرکے ایمان پر خاتمہ کراتے ہیں ۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

بیعت کی کئی قسمیں ہیں مثلا :

بیعت خلافت ۔ (1)

بیعت الاسلام ۔ (2)

بیعت ہجرت وجہاد ۔ (3)

بیعت ثبات وثوثق فی الجہاد (4)

بیعت تمسک بحبل التقوی یا (5)

بیعت توبہ وترک معاصی وپابندی احکام شرعیہ ۔ (6)

بیعت ارادہ برائے حصول مقامات عرفان وصول منازل احسان ۔ (7)

سے محافظت نماز ادائیگی زکوۃ اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کی پہلی چار قسموں کے جواز میں کوئی شبہ ہی نہیں ۔ پانچویں قسم یعنی : بیعت توبہ بھی جائز اور مباح ہے ۔ واجب اور فرض نہیں ہے آں حضرت ﷺ نے حضرت جریر بیعت لی تھی ۔ اور 8ھ میں سورۃ ممتحنہ کے نزول اور فتح مکہ کے بعد مدینہ میں انصار ومہاجرین کی ایک جماعت سے ان امور پر بیعت لی جو بیعۃ النساء والی آیت میں مذکور ہیں ۔ (بخاری وغیرہ) اور فقراء مہاجرین سے اس امر پر بیعت لی کہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھلائیں اور نہ کچھ مانگیں ابن ماجہ

اور عورتوں سے ترک نوحہ کی بیعت لی بخاری وغیرہ اور ظاہر ہے کہ ان حدیثوں میں جس بیعت کا ذکر ہے وہ نہ بیعت خلافت وامارت تھی نہ بیعت اسلام نہ بیعت ہجرت وجہاد بلکہ بیعت توبہ وعزم ترک ومعاصی وپابندی (2) احکام شرعیہ تھی ۔ یا یوں کہئے کہ بیت تمسک بالسنہ واجتناب عن البدعۃ والتزام طاعات تھی ۔ خلاصہ یہ کہ یہ محض استیثاق عہد تھا اور اس سے مقصود تزکیہ واصلاح تھا ۔ رہا یہ شبہ کہ آں حضرت ﷺ مسلمانوں کے امیر اور بادشاہ اور خلیفہ اللہ فے الارض تھے ۔ اس لیے مسلمانوں سے آب کی ہر بیعت بحثیت خلیفۃ اللہ فے الارض اور امیر وبادشاہ ہونے کے تھی پس خلفاء اور امرا مسلمین کےلیے ہی بیعت جائز اور مباح ہوگی ۔ نہ علماء اور شیوخ کےلیے ۔

سو واضح ہو کہ یہ شبہ بے موقع اور بے محل ہے ۔ اس لیے کہ آں حضرت ﷺ کی دو حیثیتیں تھیں ایک خلیفہ اللہ فے الارض ہونے کی ۔ اور دوسری : عالم اور معلم کتاب وسنت اور مزکی امت ہونے کی پس علی جہۃ الخلافۃ والامارۃ جو بیعت لی ہو وہ خلفاء کےلیے مشروع ہوگی اور کتاب وسنت کا معلم اور امت کا مزکی و مصلح ہونے کی جہت سے جو بیعت لی ہوگی وہ علماء کاملین کےلیے مشروع ومباح ہوگی اور ان جہتوں میں امتیاز امور متعلقہ بیعت کے ذریعہ کیا جائے گا ۔

بنے اندر کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی ۔ صرف حد جواز واباحت میں ہے ۔ بعض حالات مین اس کا کرنا بہتر ہوجاتا ہے ۔ دوسرے یہ کہ اس زمانہ میں صحابہ خلفاء راشدین کے زمانے میں یہ بیعت توبہ اس لیے متروک ہوگئی کہ بکثرت موجود تھے اور وہ روسول اللہ ﷺ کی صحبت سے نورانی ہوچکے ے تھے ۔ ان کا حال قال سے بڑھا ہوا تھا ۔ عام حالات نے اس سے مستغنی کردیا تھا ۔ ان کو تزکیہ واصلاح حال کےلیے خلفاء کے ہاتھ پر بیعت توبہ کرنے ی ضرورت ہی نہیں تھی ۔ عام حالات سدھر ہوئے ہوں تو یہی اصلاح کےلیے کافی ہے ۔ قول عہد ومعاہد کی ضرورت ہی نہیں رہتی ۔ اور خلفائے راشدین کے بعد کے زمانوں میں غیر خلیفہ کے ہاتھ بر اس بیعت کا رواسج اس لیے نہیں تھا کہ بیعت خلافت کا گمان ہونے کی وجہ سے بغاوت کا الزام ارو پھر فتنہ کا اندیشہ تھا ۔

رسو اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی اس کی چنداں ضرورت نہیں تھی ۔ آپ ﷺ نے صرف بیان جواز کےلیے کیا تاکہ کبھی موقعہ ہو تو اس بر عمل کرلیا جائے بلکہ شاہ ولی اللہ صاحب تو لکھتے ہیں وممالاشک فیہ ولاشبہ انہ اذا ثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل علی سبیل العبادۃ والعتمام بشانۃ فانہ لاینزل عن کونہ سنۃ فی الدین (القول الجمیل ص :8)

بہر حال اس بیعت کے جواز میں کوئی شبہ نہیں کرنا چاہیے۔ آج کل پیری مریدی کے سلسلہ میں اہل بدع کا عوام پر جو اثر ہے سب پر کھلا ہوا ہے۔ اس مہلکہ سے عوام کو نکالنے کے لیے بڑا ذریعہ یہی بیعت توبہ ہے۔ اس لیے اس کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن یہ کام ہر کس و ناکس کا نہیں ہے بلکہ شیخ کامل کہے ہے۔ کیوں کہ اس کی عملی زندگی لوگوں پر اثر انداز ہوو گی اور پھر شیخ کامل لھی اس کی تتانہ کرے نہ اپنے آپ دعوے دے ہاں لوگ کسی کی طرف رجوع کریں اور مرجوع الیہ شخص پورا محتاط ہو۔ اہل بدع کی طرح اس کو ذریعہ معاش نہ بنائے ئی اراپنے اندر اس عباء ثقیل کے اٹھانے کی صلاحیت پاتا ہو تو اس امر کی طرف قدم اٹھائے ورنہ اپنے کو خطرہ میں نہ ڈالے۔ یہ کام بری ذمہ داری کا ہے۔

صوفیوں کے یہاں بیعت کے متوارث طریقے تین ہیں:

بیعت توبہ۔ جس پر مفصل بحث گزر چکی ہے۔ (1)

بیعت تبرک یعنی: برکت حاصل کرنے کا قصد سے سلسلہ سند حدیث کی طرح سلسلہ میں صلحاء میں دخول و شمول کی بیعت کہ صوفیہ کے نزدیک یہ بیعت برکت کے حصول کا باعث ہے۔ (2)

وہ بیعت جو تمام علائق دنیاوی سے تعلق توڑ کر صرف اللہ سے تعلق قائم کرنے اور قلب کو صرف اسی کے ساتھ وابستہ کر لینے اور ظاہر و باطن ہر حالت میں مہیات سے کلی اجتناب اور اوامر کے امتثال اور دائمی مجاہدہ و ریاضت (3) کے لیے اختیار کی جائے بلفظ دیگر بیعت ارادت جو حصول مقامات عرفان اور وصول منازل احسان کی غرض سے عمل میں لائی جاتی ہے۔

لقاء سماع کے حضرت حسن بصری کو خرقہ پہنانے کا قصہ بے اصل اور غلط محض ہے۔ حسن بصری کا حضرت علی دوسری قسم یعنی: بیعت تبرک بے اصل ہے۔ اس قسم کے سلسلہ بیعت کی سند نہیں ملتی۔ حضرت علی ثابت ہی نہیں۔

لم يثبت عند النقاد المهرة سماع الحسن البصري من علي بن ابي طالب كما ذهب اليه علي بن المديني وابوزرعة والترمذي وابن ابي حاتم والبزاز وغيره قال الامام عبدالرحمن بن ابي حاتم في المراسيل (ص: 32) سُئِلَ أَبُوزُرْعَةَ لَقِيَ الْحَسَنُ أَحَدًا مِنَ الْبَدْرِيِّينَ قَالَ رَآهُمْ رُؤْيَةً رَأَى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَعَلِيًّا قُلت سَمِعَ مِنْهُمَا حَدِيثًا قَالَ لَا وَكَانَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيّ يَوْمَ بُويِعَ لِعَلِي رَضِيَ اللهُ عَنهُ ابْنَ أَرْبَعِ عَشرَة وَرَأَى عليا بِالْمَدِينَةِ ثُمَّ خرج عَلِيّ إِلَى الْكُوفَةِ وَالْبَصْرَة وَلم يلقه الْحسن بعد ذَلِك وَقَالَ الْحَسَنُ رَأَيْتُ الزُّبَيْرَ يُبَايِعُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنهُمَا ج رِوَايَةُ الْحَسَنِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْ 93- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ الْحَسَنُ لَمْ يَرَ عَلِيًّا إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَآهُ بِالْمَدِينَةِ وَهُوَ غُلَامٌ

وقال الترمذي في باب ماجاء من لايجب عليه الحد: وَلاَ نَعْرِفُ لِلْحَسَنِ سَمَاعًا مِنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الحَدِيثُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هَذَا الحَدِيثِ وَرَوَاهُ الأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَلِيٍّ مَوْقُوفًا وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا الحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ.

قَدْ كَانَ الحَسَنُ فِي زَمَانِ عَلِيٍّ وَقَدْ أَدْرَكَهُ، وَلَكِنَّا لاَ نَعْرِفُ لَهُ سَمَاعًا مِنْهُ، وَأَبُو ظَبْيَانَ اسْمُهُ حُصَيْنُ بْنُ جُنْدَبٍ.

وقال السخاوي في المقاصد الحسنة: قال شيخنا (الحافظ ابن حجر) ثم إن من الكذب المفترى قول من قال: إن عليا ألبس الخرقة الحسن البصري، فإن أئمة الحديث لم يثبتوا للحسن من علي سماعا فضلا عن أن يلبسه الخرقة، ولم يتفرد شيخنا بهذا، بل سبقه إليه جماعة حتى من لبسها وألبسها كالدمياطي والذهبي والهكاري وأبي حيان والعلائي ومغلطاي والعراقي وابن الملقن والأبناسي والبرهان الحلبي وابن ناصر الدين، وتكلم عليها في جزء مفرد، وكذا أفردها غيره ممن توفي من أصحابنا،

واعظم مايستدل به على اثبات سماع الحسن البصري من علي رواية أبي يعلى الموصلي فقد قال العلامة جلال الدين السيوطي في اتحاف الفرقة برفع الخرقة والشيخ ابراهيم الكردي الكوراني المدني في رسالته المسماة بتنوير الافهام بتفسير الاوهام والشيخ محمد عابد السندي في حصر الشارد وقال الحافظ ابن حجر حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْوَلِيدِ الْكِنْدِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو سَهْلٍ يُوسُفُ بْنُ عَطِيَّةَ الصَّفَّارُ قَالَ: سَمِعْتُ ثَابِتًا يَقُولُ: قَالَ أَنَسٌ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَثَلُ أُمَّتِي مَثَلُ الْمَطَرِ لَا يُدْرَى أَوَّلُهُ خَيْرٌ أَوْ آخِرُهُ محمد بن حسن الصيرفي: نص صريح في سماع الحسن من علي رجاله ثقات حوثره وثقه ابن حبان وعقبه وثقه احمد بن حنبل وابن معين انتهى وَإِذَا لَمْ يَكُنْ فِي الرَّاوِي جَرْحٌ وَلَا تَعْدِيلٌ، وَكَانَ كُلٌّ مِنْ شَيْخِهِ وَالرَّاوِي عَنْهُ ثِقَةً، وَلَمْ يَأْتِ بِحَدِيثٍ مُنْكَرٍ فَهُوَ عِنْدَهُ ثِقَةٌ، وَفِي كِتَابِ الثِّقَاتِ لَهُ كَثِيرٌ مِمَّنْ هَذِهِ حَالُهُ.

وَلِأَجْلِ هَذَا رُبَّمَا اعْتَرَضَ عَلَيْهِ فِي جَعْلِهِمْ مِنَ الثِّقَاتِ مَنْ لَمْ يَعْرِفِ اصْطِلَاحَهُ، وَلَا اعْتِرَاضَ عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ لَا يُشَاحُّ فِي ذَلِكَ].

قُلْتُ: وَيَتَأَيَّدُ بِقَوْلِ الْحَازِمِيِّ: ابْنُ حِبَّانَ أَمْكَنُ فِي الْحَدِيثِ مِنَ الْحَاكِمِ، وَكَذَا قَالَ الْعِمَادُ بْنُ كَثِيرٍ: قَدِ الْتَزَمَ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ الصِّحَّةَ، وَهُمَا خَيْرٌ مِنَ (الْمُسْتَدْرَكِ) بِكَثِيرٍ، وَأَنْظَفُ أَسَانِيدَ وَمُتُونًا، وَعَلَى كُلِّ حَالٍ فَلَا بُدَّ مِنَ النَّظَرِ لِلتَّمْيِيزِ انتهى

قال السخاوي ايضا في باب معرفة من تقبل روايته ومن ترد مانصه: وَهُوَ لَازِمُ كُلِّ مَنْ ذَهَبَ إِلَى أَنَّ رِوَايَةَ الْعَدْلِ بِمُجَرَّدِهَا عَنِ الرَّاوِي تَعْدِيلٌ لَهُ، بَلْ عَزَا النَّوَوِيُّ فِي مُقَدِّمَةِ شَرْحِ مُسْلِمٍ لِكَثِيرِينَ مِنَ الْمُحَقِّقِينَ الِاحْتِجَاجَ بِهِ.

وَكَذَا ذَهَبَ ابْنُ خُزَيْمَةَ إِلَى أَنَّ جَهَالَةَ الْعَيْنِ تَرْتَفِعُ بِرِوَايَةِ وَاحِدٍ مَشْهُورٍ وَإِلَيْهِ يُومِئُ قَوْلُ تِلْمِيذِهِ ابْنِ حِبَّانَ: الْعَدْلُ مَنْ لَمْ يُعْرَفْ فِيهِ الْجَرْحُ؛ إِذِ التَّجْرِيحُ ضِدُّ التَّعْدِيلِ، فَمَنْ لَمْ يُجَرَّحْ فَهُوَ عَدْلٌ حَتَّى يَتَبَيَّنَ جَرْحُهُ، إِذْ لَمْ يُكَلَّفِ النَّاسُ مَا غَابَ عَنْهُمْ وَقَالَ فِي ضَابِطِ الْحَدِيثِ الَّذِي يُحْتَجُّ بِهِ مَا مُحَصَّلُهُ: إِنَّهُ هُوَ الَّذِي تَعَرَّى رَاوِيهِ مِنْ أَنْ يَكُونَ مَجْرُوحًا، أَوْ فَوْقَهُ مَجْرُوحٌ، أَوْ دُونَهُ مَجْرُوحٌ، أَوْ كَانَ سَنَدُهُ مُرْسَلًا أَوْ مُنْقَطِعًا، أَوْ كَانَ الْمَتْنُ مُنْكَرًا، فَهَذَا مُشْعِرٌ بِعَدَالَةِ مَنْ لَمْ يُجَرَّحْ مِمَّنْ لَمْ يَرْوِ عَنْهُ إِلَّا وَاحِدٌ.

وَيَتَأَيَّدُ بِقَوْلِهِ فِي ثِقَاتِهِ: أَيُّوبُ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَعَنْهُ مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ: لَا أَدْرِي مَنْ هُوَ، وَلَا ابْنُ مَنْ هُوَ؟ فَإِنَّ هَذَا مِنْهُ يُؤَيِّدُ أَنَّهُ يَذْكُرُ فِي الثِّقَاتِ كُلَّ مَجْهُولٍ رَوَى عَنْهُ ثِقَةٌ وَلَمْ يُجَرَّحْ، وَلَمْ يَكُنِ الْحَدِيثُ الَّذِي يَرْوِيهِ مُنْكَرًا، انتهى

فانظر ان ايوب الانصاري مع كونه مجهول الحال مستورا ذكره ابن حبان في الثقات لانه ممن يجرح وكذا ذكرا ابن حبان جماعة من المستورين في الثقات لان مسلكه مشعر بعدالة من لم يجرح كعبدالله بن قيس الراوي عن الحارث ابن اقيس وهو مجهول وذكره ابن حبان في الثقات (5/42) فهكذا حوثرة بن اشرس البصري ماضعف لكن لم يوثقه احد من ائمة الجرح والتعديل وانما ذكره ابن حبان في كتاب الثقات على قاعده من انه يذكر في الثقات كل مجهول روى عنه ثقه ولم يجرح فحوثره ثقه عند ابن حبان ومجهول الحال ومستور عند الجمهور وه قد غلط ووهم في هذه الرواية بذكر لفظ السماع فان علي بن المديني واباز رعة والترمذي وابن ابي حاتم والبزار وامثالهم الذين خلقوا لنقد الاحاديث والرجال لايخفى على هولاء والنقاد مثل هذه الرواية المشعرة بالسماع ومع كونهم قد بالغوفي انكار سماع الحسن من علي فكيف يجتمع على اثبات السماع من مثل هذه الرواية.

تیسری قسم یعنی بیعت ارادت محض امور مباح سے ہے سنت یا واجب یا فرض نہیں ہے۔ اگرچہ اس مقصد کے لیے بیعت کرنے کی نظیر عہد رسالت و زمانہ خلافت راشدہ میں اور نہ بعد کے قرون خیر میں ملتی ہے کیوں کہ قرون مشہور دلھا بالخیر میں مقامات عرفان اور منازل احسان کے حصول کے لیے بیعت کا ذکر نہیں ملتا۔ البتہ جیسا کہ گزر چکا بیعت کی اقسام خمسہ ضرور موجود تھیں لیکن اس بیعت ارادت کو بدعت و ضلالت کہنا محل تامل ہے۔

بہر کیف ہمارے نزدیک اخلاص نیت اور آں حضرت ﷺ دورد وسلام کے ساتھ کتاب اللہ اور سنت رسول پر عمل کرنا اصلاح باطن کے لیے کافی ہوسکتا ہے۔ مگر اگر کسی کامل شیخ کی صحبت نصیب ہوجائے تو اس کی صحبت اصلاح حال اور تطہیر باطن میں بہت مدد ومعاون ہوجائے گی۔

اصل عمل صالح اور تقوی وخشیت الہی ہے اور انسان جب متقی ہوجاتا ہے تو عرفان واحسنان کے مقامات بقدر مقدر اس کے مقامات اس کے خود بخود حاصل ہوجاتے ہیں کیوں کہ یہ سب ثمرات ونتائج ہیں اعمال صالحہ کے نہ نفس اعمال ومطلوب شارع۔

تصوزف اور صوفی کی حقیقت اور رسمی صوفیوں کے مروجہ محدثہ مراسم ومکائد کلیے تلبیس ابلیس لاابن الجوزی بڑھےَ اور بیعت سے متعلق مفید بحث رسالہ بیعت للعلامہ سلامت اللہ الجیراج فوری میں ملاحظہ کیجئے۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری

جلد نمبر 2۔کتاب الاِمارۃ

صفحہ نمبر 425

محدث فتویٰ